باسمہٖ سبحانہٗ

اللہ کا ایک نیک بندہ

یعنی

اُستاذی حضرت حافظ مولوی محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ ترانوی

کی

مختصر سوانح عمری

مُرتبہٗ

اُستاذی جناب مولانا مولوی حافظ محمد فاروق صاحب ترانوی دامت برکاتہم

به اہتمام احقر محمد منظور الحق ساکن نوبازار ضلع الہ آباد حال مقیم رسٹرا کلکتہ
(تاج پریس ایڈن ہسپتال روڈ کلکتہ)

باسمہٖ حامداً ومصلیاً

امابعد! احقر محمد فاروق ساکن اتراؤں ضلع الہ آباد عرض پرداز ہے کہ احقر نے جب اپنے محترم و معظم بھائی مولوی حافظ محمد حنیف صاحب مرحوم و مغفور کی وفات حسرت آیات پر اپنے غم کو غلط کرنے کے لئے مرثیہ کہا۔ تو وہ مرحوم کے پسماندوں، تعلق رکھنے والوں اور علی الخصوص شاگردوں کو بہت پسند آیا۔ اور سب کو متاثر کیا۔ دُور و نزدیک کے لوگوں نے اسکو نقل کرنا شروع کیا۔ اور اہل تعلق کے فرمائشی خطوط بھی آنے لگے۔ تو ان کے بعض شاگردوں کو طبع کرانے کا خیال پیدا ہوا اور مرحوم کی سوانح عمری لکھنے کی بھی فرمائش کی۔ یہ بھی شوق پیدا ہوا کہ مرحوم کی پرہیزگارانہ اور پاکیزہ زندگی کے کچھ حالات بھی ذکر کر دئے جائیں تو بہتر ہوگا۔ تاکہ مرحوم کی یاد تازہ رہے اور برابر سبق ملتا رہے بلکہ ان کے ایک شاگرد رشید محمد منظور الحق سلمہ، حال مقیم کلکتہ نے طباعت کے انتظام کے شروع کر دینے کی بھی اطلاع بھیجدی۔

اس خیال سے بوجہ عدم فرصت بعجلت تمام قلم برداشتہ اجمالی حالات قلمبند کر دیا جانا مناسب معلوم ہوا۔ مرثیہ ہذا میں شاعری مقصود نہ تھی۔ اظہار غم مقصود تھا گو وہ بھی نہ ہو سکا۔ بھلا زبان و قلم کی کیا مجال کہ جو دل پر گذر رہی ہو اسکا نقشہ کھینچ سکیں۔ بہرحال اس مرثیہ کو مرثیہ کی نظر سے دیکھیں۔ شاعری کی نظر نہ ڈالیں۔ کہ بندہ اس سے بمراحل دور ہے۔

کرم ہوگا اگر مرحوم کے لئے ایصال ثواب و دُعائے مغفرت اور پسماندوں کے لئے دعائے صبر جمیل فرمائی جائے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را   تازہ خواہی داشتن گرداغہائے سینہ را

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ **امابعد!** صفحۂ ہستی پر گمنامی کی زندگی بسر کرنیوالی ہزاروں ہستیاں آقائے نامدار سرکار دو عالم شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایسی گذری ہیں جن کی پاک زندگی امت کیلئے مشعلِ راہ کا کام دے سکتی ہیں۔ اور جن کی عملی زندگی دشوار گذار راستوں کو ہموار بنا کر اپنے بعد کے کام کرنیوالوں اور آنے والوں کے لئے منزلِ مقصود تک رسائی آسان بنا سکتی ہیں اور جن کی ذوات مقدسہ صحیح معنوں میں (رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ) کی مصداق ہوتی ہیں۔

انھیں میں سے برادر معظم و محترم مولوی حافظ محمد حنیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بھی تھی جو اپنی بستی اور خاندان کیلئے مایۂ ناز تھی۔ جس پر سرزمین اتراؤں ہمیشہ فخر کریگی۔ آپ کی عبرت انگیز اور سبق آموز زندگی اس قابل تھی کہ تفصیل کے ساتھ امت محمدیہ کے سامنے پیش کی جاتی اور دُنیا دیکھتی کہ گدڑی میں کیسے کیسے لعل پوشیدہ رہتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ اپنی عدیم الفرصتی اور کاہلی مانع ہے۔ اس لئے نہایت اختصار کے ساتھ اجمالی حالات پر اکتفا کرتا ہوں۔ حق تعالیٰ کی جانب سے توفیق ہوئی تو قدرے تفصیل سے لکھوں گا۔

آپ جنوری ۱۹۱۸ء میں بمقام اُتراؤں ضلع الہ آباد میں پیدا ہوئے اور ۳۸ سال دُنیا میں رہ کر بتاریخ ۲ اگست ۱۹۵۷ء مطابق ۴ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ بروز جمعہ ۱۱ بجے دن کو راہی ملکِ بقا ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

احقر سے صرف تین سال بڑے تھے۔ ہمارے والد صاحب مسمیٰ عبدالحق مرحوم

ایک بہت ہی معمولی حیثیت کے گمنام ۔ لیکن اپنی بستی میں ہر دلعزیز آدمی سمجھے فہم اور صائب الرائے شمار کئے جاتے تھے ۔ انکی ذکور و اناث ۹ اولاد میں سے صرف ہم دو بھائی بچے تھے ۔

تعلیم :- بھائی صاحب مرحوم نے بہت ہی کم عمر میں اُتراؤں ہی میں استاذی جناب حافظ محمد اسحاق صاحب مدظلہٗ سے قرآن شریف حفظ کر لیا اور ساتھ ہی ساتھ اُردو کی اچھی خاصی تعلیم حاصل کر لی ۔ بعد فراغت حفظ قرآن اُردو مڈل تک کی تعلیم حاصل کی ۔ پھر کچھ طب کی کتابیں اُردو میں اپنے خاندانی بزرگ جناب مولوی حاجی حافظ قاری حکیم محمد حبیب اللہ صاحب مدظلہٗ العالی سے پڑھیں ۔ پھر اپنی خداداد ذہانت سے مختلف لوگوں کی بدوں ضابطہ معمولی مدد سے فارسی کی اچھی استعداد و قابلیت پیدا کر لی ۔ اسکے بعد اخیر تک احقر سے عربی کتب درس نظامیہ کی پڑھتے رہے ۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف اور ہدایہ پڑھ رہے تھے ۔ نیز بیضاوی شریف وغیرہ کے درس میں بھی شرکت کرتے تھے ۔ قرآن شریف بہت اچھا یاد تھا اور بہت عمدہ پڑھتے تھے لقمہ دینے کے تو ماہر ہی تھے ۔

۷ رجولائی ۱۹۳۵ء سے مکتب اسلامیہ اتراؤں میں منصب تعلیم و تدریس پر فائز ہوئے تا زندگی اسکو نباہا جس کی مدت بائیس سال ہوتی ہے ۔ مڈل کے بعد ساری علمی قابلیت مدرسی کی حالت میں حاصل کی ۔ بچوں کے پڑھانے کا بہت اچھا تجربہ تھا ۔

تلامذہ :- ان کے ہاتھوں بیسیوں حافظ قرآن اور کتنے ناظرہ خواں نکلے ۔ ان کے شاگردوں میں عام طور پر دینداری کا اثر پایا جاتا ہے اور دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں ۔ ان کے اکثر شاگرد اپنی اپنی بساط کے موافق دینی و علمی و تبلیغی خدمات میں لگے ہوئے ہیں ۔

ذہانت و ذکاوت :- بغایت ذہین و ذکی تھے ۔ علم سے اچھی خاصی مناسبت تھی ۔ معلومات دینی و مذہبی میں کسی اچھے عالم سے کم نہ تھے ۔ فقہ سے بہت مناسبت تھی ۔ کتب بینی بہت کرتے تھے ۔

خاص طور پر حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ کی اکثر تصانیف مطالعہ میں رہتی تھیں ۔ دوسروں کو بھی حضرت کی تصانیف دیکھنے کی ترغیب دیا کرتے تھے ۔ ان کی یہ بہت پختہ رائے تھی کہ ۔ اس پُرفتن و پُرآشوب دور میں آدمی حضرت تھانویؒ کی کتابوں کو لیکر اور گوشہ میں بیٹھ جاوے اور اپنی زندگی اس پر ختم کر دے ۔

فہم و اصابت رائے :- بستی کا ہر شخص ان کی فہم و اصابت رائے کا قائل تھا ۔ بڑی بڑی الجھنوں کے موقع پر ان کے مشورہ سے فائدہ اٹھاتے ۔ ان کے حکیمانہ مشورے اور اقوال حرزِ جان بنانے کے لائق ہیں ۔ طلبہ کو پڑھنے لکھنے کے بارے میں نیز احقر کو تبلیغی مساعی اور خانگی معاملات میں ایسے مفید اور حکیمانہ مشورے دئے ۔ کہ ان کی وجہ سے جو سہولتیں اور فوائد حاصل ہوئے بیان سے باہر ہیں ۔

مشائخ سے تعلق اور استفاضۂ باطنی :- اوائل عمر ہی میں سیدنا و مرشدنا و مولانا مولوی حافظ حاجی شاہ محمد عیسیٰ صاحب قدس سرہٗ محی الدین پوری سے بیعت ہو کر ذکر و شغل میں مصروف ہوئے ۔ دس سال تک حق ارادت بحُسن و خوبی ادا فرمایا ۔ بعد وصال آنحضرت نور اللہ مرقدہٗ تعلق سیدنا و مُرشدنا و مولانا مولوی حافظ حاجی حضرت شاہ محمد وصی اللہ صاحب فتحپوری اعظمگڈھی دامت و عمت فیوضہم و برکاتہم ولازالت شموس فیوضہم سے پیدا ہوا ۔ اور زندگی کے آخر لمحہ تک باقی رہا ۔ جس کی مدت دس سال ہوتی ہے اسی تعلق کی برکت تھی جس نے ان کی زندگی کو ایک کامیاب زندگی بنا دیا تھا ؎

گُلشن میں ساری آگ لگائی صبا کی ہے

ہر دو مُرشد کے منظورِ نظر اور محبوب نظر رہے ۔ تحریری و زبانی بشارتوں سے مشرف و مفتخر ہوتے رہے ۔ مرشدانِ طریق کے علاوہ جن بزرگوں کی خدمت میں حاضر

ہونے کی توفیق ہوئی۔ سب نے تعریف کی۔ اسی طرح جو بھی ملتا انکی نیکی سے متاثر ہوتا۔

دینی خدمات :- ۲۲ سال مکتب اسلامیہ اتراؤں میں منصب تعلیم پر مامور رہے فرائض منصبی کو مستعدی و محنت کے ساتھ انجام دینے کے ساتھ ساتھ طلبہ کے عقائد و اعمال درست کرنے کا اہتمام رکھتے ان کی تربیت فرماتے۔ اپنے تمام اوقات اس میں صرف کرتے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ قرون اولی کے مسلمانوں کے مجاہدانہ وتبلیغی کارناموں و سرگرمیوں نیز فقہ و احکام شرع سے روشناس کرنے کے لئے اسی قسم کی کتابوں کو فراہم کرتے۔ اور ان کا مستقل طور پر مستعدی کے ساتھ درس دیتے علوم دینیہ خود بھی مجھ سے پڑھتے۔ طلبہ کی فراہمی میں کوشاں رہتے۔ اور ان کو علم کی ترغیب دیتے تحریض فرماتے۔ تعریف فرماتے۔ غرض کہ ان کی ہرطرح حوصلہ افزائی فرماتے۔ دُنیا پر دین کو ترجیح دیتے۔ علماء صلحاء سے عشق رکھتے تھے۔ کتب دینیہ کے خریدنے کے لئے اپنی تکلیف و آرام کی پرواہ کئے بغیر بدریغ پیسہ خرچ کرتے۔

اپنے گھر اور بستی والوں، پاس بیٹھنے والوں کو دین کی باتیں سُناتے۔ شکوک وشبہات کا جواب دیتے۔ دین کی عظمت دل میں بٹھانے کی کوشش میں اپنے اوقات صرف فرماتے۔ خود ان کے اندر گویائی نہ تھی مگر احقر سے وعظ کہلوانے کی لوگوں کو ترغیب دیتے۔ احقر کی ہمت افزائی فرماتے۔ بستی اور اطراف کی بستیوں میں احقر کے ساتھ تبلیغی دَورہ فرماتے۔ لوگوں کے جوش دینی دیکھ کر باغ باغ ہوتے غفلت اور سستی دیکھ کر افسوس کرتے۔ مگر ہمت نہ ہارتے۔ لوگوں کی بے راہ روی اور غفلت اور مخالفت سے احقر کو متفکر اور رنجیدہ دیکھ کر انبیاء اور مصلحین امت کی تبلیغی مساعی کے مقابلے میں قوم کی طرف سے مخالفانہ اور معاندانہ کوششوں اور پھر اس پر ان مصلح اسلاف کے صبر و استقلال و حوصلہ کے واقعات کا حوالہ دیکر

احقر کی تسلی فرماتے۔ اور جوش و ولولہ کو تازہ رکھنے کی کوشش کرتے۔ احقر پر اعتراض کرنیوالوں کو جواب دیتے۔ نرم و گرم ہر طریقہ سے ان کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہتے۔

حمیت قومی و مذہبی :- دلیر اور باہمت تھے مسلمانوں کی ادنیٰ سی بھی ذلت برداشت نہ کرسکتے تھے۔ زندگی میں متعدد واقعات پیش آئے۔ ہندو مسلمانوں میں فوجداری ہوئی۔ مسلمانوں کی ذلت برداشت نہ کرسکے۔ بنوٹ کے مشتاق تھے۔ لٹھ لیکر ڈٹ گئے۔ اور مرحوم کی وجہ سے مسلمانوں کی ناک رہ گئی۔ اس طرح ایک مرتبہ اہیروں کو اور ایک مرتبہ پاسیوں کو شکست خوردہ ہوکر فرار ہو جانے پر مجبور کر دیا۔

عبادت و ریاضت :- عبادت و ریاضت کے تو حریص تھے سِنِ بلوغ تک پہنچنے کے پہلے ہی سے پچھلی رات اُٹھ کر نماز تہجد پڑھتے تھے۔ آٹھویں روز صلوٰۃ التسبیح پڑھتے۔ بعد میں تو پھر عادی ہی ہوگئے تہجد و اوّابین و اشراق و دیگر نوافل بڑے شوق و رغبت سے ادا فرماتے۔ ہمیشہ ایک منزل بلکہ اکثر ڈیڑھ دو منزل قرآن پاک کی تلاوت بڑی پابندی سے کرتے۔ دوازدہ تسبیح و دیگر وظائف ذکر اشغال روزمرہ کا معمول تھا۔ ہر دم ذکر اللہ کا ورد رکھتے تھے۔ پچھلی شب کی بڑی قدر کرتے تھے۔ جس وقت آنکھ کھلتی فوراً چارپائی ہی پر لیٹے لیٹے ذکر اللہ شروع کر دیتے۔ اکثر استغفار کا ورد رکھتے۔ اور اپنا وضو وغیرہ کے انتظام میں بھی لگے رہتے۔ بہرحال اس قیمتی اور نورانی وقت کو غفلت میں نہ جانے دیتے۔

ورع و تقویٰ :- ایسی بستی اور ایسے خاندان و گھر میں پیدا ہوئے تھے کہ تقویٰ اور پرہیزگاری کا لفظ ایک مانوس لفظ تھا۔ ہمارے خاندانی بزرگ عالی جناب حکیم مولوی حافظ قاری حاجی محمد حبیب اللہ صاحب قبلہ

کی وجہ سے دین و علم کا نام تو خاندان میں آچکا تھا۔ مگر وہ تقویٰ اور پرہیزگاری جو حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی قدس سرہٗ اور ان کے متوسلین و متعلقین کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور جو بالکل سنت نبویہ کے مطابق ہے اس کا کہیں پتہ نہ تھا۔

جہالت، مراسم قبیحہ و مشرکانہ و ہندوانہ میں پورا آنوے کا آنوا گرفتار تھا۔ ایسے ماحول میں کم سنی ہی کے عالم میں پابندی شرع سنت نبویہ کی داغ بیل ڈال دی اور نہایت جرأت و ہمت کے ساتھ عمل کرنا شروع کر دیا۔ تاعمر نہایت استقلال کے ساتھ اسکو نباہا۔ والد صاحب مرحوم کی تجارت کی آمدنی مشتبہ تھی۔ اس کو یک لخت ترک کر کے اپنی بہت ہی قلیل آمدنی پر گذارا کرتے رہے۔ ہر کام میں جائز و ناجائز کی فکر رکھتے تھے۔ غرضکہ بڑے ہی صاحب ورع و تقویٰ تھے۔

صَبر و زہد: بڑے صابر اور زاہد تھے۔ بہت ہی قلیل آمدنی میں نہایت ہی سادگی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کی اور لطف یہ کہ والد صاحب مرحوم کے سایہ اٹھ جانے کے بعد باوجود ناداری و مفلسی نیز احتیاج کے احقر کو کسی صنعت و حرفت یا کسی معاشی کاروبار میں لگانے کے بجائے علم دین میں لگایا اور اس وقت تک دم نہ لیا جب تک احقر کی برائے نام تکمیل نہ ہوئی۔

اپنی تکلیف اور ضرورت کا نام زبان پر نہ آنے دیتے۔ بلکہ احقر کی علمی ترقی سن کر اور دیکھ کر باغ باغ ہوتے۔ مسرت اور فرحت کا اظہار فرماتے۔ برابر حوصلہ افزائی فرماتے۔ بعد تکمیل متعدد مقامات سے احقر کے لئے معقول تنخواہوں کی ملازمتیں آئیں۔ مگر سب کو ٹھکرا دیا۔ احقر خانگی ضروریات اور انکی پریشانی اور احتیاج کو دیکھ کر عرض کرتا۔ کہ آپ کی اجازت ہوتی تو ہمیشہ کیلئے نہیں کم از کم سال چھ مہینہ کے واسطے سہی کچھ ملازمت کر لی جائے۔ تاکہ مصیبت میں کچھ کمی ہو۔ تو یہ کہہ کر تسلی دیتے۔ کہ بلا سے کچھ تھوڑی سی تکلیف ہو۔ برداشت کرینگے۔ دین کی خدمت

سکون سے ہو رہی ہے۔ تمہاری علمی استعداد میں پختگی آرہی ہے۔ ہمارے لئے یہی بہت بڑی دولت ہے۔ غرضکہ کبھی باہر نہ جانے دیا۔

ابتدا میں نینی ضلع الہ آباد میں ان کی خواہش کے خلاف مدرسہ قائم کر کے بندہ نے سکونت اختیار کی۔ تو چند یوم بھی مفارقت برداشت نہ کر سکتے۔ برابر جلد جلد وہاں پہنچتے رہے۔ آخر کار بندہ کو نینی چھوڑ کر گھر رہنا ہی پڑا۔ تین سال تک مرض الموت میں مبتلا رہے۔ سخت اور ناقابل برداشت تکلیف میں گرفتار رہے دیکھنے والے برداشت نہ کر سکتے تھے۔ مگر صبر و استقلال کا نمونہ بن کر دکھلا دیا۔ کیا مجال کہ کوئی نماز قضا ہونے پاوے۔ یا کوئی بے صبری کا کلمہ منھ سے نکل جائے۔ اگر کوئی ڈاکٹر یا حکیم نماز قضا کرنے کا اشارہ بھی کر دیتا تو آگ بگولہ ہو جاتے۔ حتیٰ کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی قوت ہوتے ہوئے بیٹھ کر پڑھنے کا مشورہ بھی دیتا تو ناگوار گذرتا جب تک بدن میں قوت رہی سخت تکلیف کی حالت میں بھی وظائف شرعیہ کو کامل طور پر پورا کرتے رہے۔ پچھلی شب تہجد پڑھنے میں بھی دریغ نہ فرماتے۔ سخت سخت مصیبت پر کامل صبر کیا۔ والد صاحب مرحوم کے انتقال پر کتاب "ازالۃ الوسن" میں صبر کے بیان کا مطالعہ فرماتے رہے۔ احقر روتا تھا۔ تو فرماتے فاروق آخر خدا و رسول نے جو صبر کے فضائل بیان کئے ہیں وہ کس موقع کے لئے ہیں۔ صبر تو مصیبت ہی کے موقع پر کیا جاتا ہے۔

چھ اولادیں فوت ہوئیں کبھی جزع و فزع نہ کیا۔ ایک لڑکے کا انتقال اچانک ایسے وقت میں ہوا جبکہ تراویح میں مشغول تھے سلام پھیرا۔ تو کسی نے کہا کہ لڑکے کا انتقال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔ پڑھ کر پھر تراویح میں مشغول ہو گئے دوسرے دن عورتوں کو رنجیدہ دیکھ کر فرمایا۔ کہ انشاء اللہ یہ سب بچے قیامت کیلئے ذخیرہ ہیں ان کی وجہ سے ہماری بخشش ہوگی۔

ایک دو سالہ حسین بچے کا انتقال خود ان کے انتقال سے صرف ۲ ماہ قبل ہوا اچھا خاصہ ہنستا کھیلتا بہت تھوڑا بیمار رہ کر انتقال کر گیا۔ صبر کیا۔ احقر کو غمگین و رنجیدہ دیکھ کر فرمایا کہ ایسے پُر آشوب و پُر فتن دَور میں، بچوں کا بالغ زندگی میں قدم رکھنے سے پہلے ہی ہماری زندگی میں مر جانا۔ گو طبعًا رنج کا باعث ہو۔ مگر یہ سوچ کر اطمینان ہو جاتا ہے کہ معلوم نہیں آئندہ ان کو کس جان و ایمان کے خطرے سے دوچار ہونا پڑتا۔ خدا جانے ان کا جان و ایمان بچ بھی سکتا تھا یا نہیں سبحان اللہ بے شک سلف و صالحین کے نمونہ تھے۔

استغناء :- مزاج میں استغناء بہت تھا۔ اتباع سنت نیز اپنے اصول پر عمل کرنے میں کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ عام لوگوں سے حتی الامکان الگ تھلگ رہنے کی کوشش کرتے۔ ہمیشہ گوشہ نشینی و گمنامی کی زندگی بسر کی۔

اخلاق :- مکارم اخلاق کا تو کہنا ہی کیا تھا۔ جس سے ملتے کشادہ روئی سے ملتے خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے۔ ہر شخص مانوس ہو جاتا۔ ان کی تعریف کرتا۔ باوقار آدمی تھے۔ ہر شخص ان کا احترام کرتا تھا۔ ملنساری و ہمدردی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ تواضع کی یہ حالت تھی کہ گھر کا سارا کام کرنے میں مطلق عار نہ تھی۔ گھر کا پانی بھر لیتے۔ دروازے پر جھاڑو دے لیتے۔ بیلوں اور دوسرے جانوروں کو کھلاتے کٹی کاٹتے۔

بارہا دیکھا گیا۔ کہ جوار باجرے کی چری کاٹ کر کاندھے پر رکھ لیا ہے اور ہاتھ میں تسبیح ہے۔ پڑھتے ہوئے گھر چلے آرہے ہیں۔ کھیتی باڑی کی دیکھ بھال اور دوسرے تمام کام اپنے ذمہ رکھتے احقر کو ہرگز نہ کرنے دیتے۔ کسی ہرج یا پریشانی کے موقع پر عورتیں احقر کے متعلق کچھ کہتیں تو ان کو فہمائش کرتے۔ کہتے کہ میں ان کو کام کے لئے کہوں گا۔ وہ دینی علمی خدمات میں مشغول ہیں۔ میں ان کی شان کے خلاف سمجھتا ہوں

اور ضروری سمجھتا ہوں کہ۔ ان کو ہر کام سے فارغ رکھوں۔ اس طرح وہ دین کا کام زیادہ کریں گے۔ میں بھی ان کے اجر و ثواب میں شریک رہوں گا۔ اوائل عمری میں جب تک احقر بیٹھک میں سوتا تھا برابر یہ معمول رہا کہ

سخت سردیوں میں تہجد کے لئے اٹھتے پانی گرم کرتے۔ یا جا کر کنوئیں سے تازہ پانی لاتے وضو کر کے خود تہجد کی نماز سے فارغ ہو لیتے تو احقر کے سرہانے چارپائی کے نیچے لوٹا بھر کر گرم یا تازہ پانی رکھ دیتے۔ نہایت آہستگی اور پیار سے فرماتے فاروق فاروق اٹھو اب صرف اتنا وقت باقی رہ گیا ہے۔ احقر کو کھانا کھانے کے بعد پانی یا کسی کی رعایت سے بیٹھا رہنا طبعًا نہایت ہی مشکل ہے۔ اسی لئے اکثر دوسروں کے ساتھ کھانا کھانے سے احتراز کرتا ہے۔

اس بات کو وہ خوب سمجھتے تھے۔ احقر جب گھر رہتا بھائی صاحب کے ساتھ ہی ایک برتن میں کھانا کھاتا تھا۔ جب دیکھتے کہ کھانا کھانے سے فارغ ہو کر انگلیاں چاٹ رہا ہے جھٹ گلاس میں پانی بھر کر رکھ دیتے احقر پانی پی کر بس فورًا ہی الگ ہو جاتا۔ وہ اپنا کھاتے رہتے۔ سفر میں ہمیشہ خود ہی سامان لیکر چلتے۔ احقر کو ہرگز نہ لے جانے دیتے۔ زیادہ ہوتا تو خیر مجبوری تھی۔ عمر میں میں چھوٹا تھا۔ انکو بھیا کہتا تھا۔ مگر وہ مجھ کو ہمیشہ آپ آپ کہہ کر خطاب کرتے تھے۔ بچوں پر شفقت اور پیار کو تو پوچھئے ہی نہ۔ اور محبت اتنی کہ ذرا سی تکلیف دیکھ کر تڑپ جاتے۔ پریشان ہو جاتے۔

خوش مزاجی :- بہت ہی خوش مزاج تھے۔ جس سے ملتے کشادہ روئی و خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے۔ زندہ دل اور بجد شیریں زبان تھے۔ بذلہ سنج اور لطیفہ گو تھے۔ چٹکلے سن کر خواہ مخواہ آدمی ہنسنے لگتا لطف یہ کہ چٹکلے علمی اور ادبی ہوتے۔

حلیہ :- قد متوسط تھا۔ نہ زیادہ لمبے نہ زیادہ پستہ قد۔ رنگ گندمی تھا۔ چہرہ وجیہہ باوقار ہنس مکھ کتابی اور نورانی تھا پیشانی کشادہ تھی۔ اس پر سجدہ کی نشانی نمایاں تھی

خاص سجدہ کے نشان پر ہڈی ابھری ہوئی۔ نگاہیں نیچی کئے ہوئے تیز چلنے کی عادت تھی۔ المختصر عجیب فضل وکمال کے بزرگ تھے۔ ان کے ظاہری و باطنی احوال نہایت پاکیزہ اور نورانی تھے تفصیل کیلئے دفتر درکار ہے۔ فی الحال اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

وفات:۔ کمر میں ریڑھ کی ہڈی میں اور کولھے میں درد پیدا ہوا۔ سال بھر علاج کے بعد ڈاکٹروں نے ہڈیوں کا دق تجویز کیا۔ دو سال تک مزید علاج کیا گیا۔ ہر قسم کا علاج اختیار کیا گیا۔ بہت بہت دوائیں بہت بہت دُعائیں کی گئیں۔

بزرگوں نے دعائیں کیں۔ دوستوں نے کیں دور نزدیک کے سیکڑوں ہزاروں لوگوں نے کیں مگر وقت آگیا تھا۔ تقدیر الٰہی غالب آئی۔ تدبیروں اور دعاؤں کو کامیاب نہ ہونا تھا نہ ہوئیں۔ ان کو سفر آخرت کا شوق پورا کرنا تھا کیا۔ بغرض علاج شہر الہ آباد میں قیام کو ۴۲ دن ہو چکے تھے۔ ۱۳۷۷ھ کے محرم الحرام کی چوتھی اگست ۱۹۵۷ء کی دوسری تاریخ تھی۔ جمعہ کا دن۔ رات ہی سے حالت خراب ہوئی۔ صبح آٹھ نو بجے گھر والوں کو جمع کیا۔ انکو وصیتیں کیں۔ نہایت ضعیف آواز سے رک رک کر بتکلیف فرمایا۔ سب کوئی مل جل کر رہنا۔ اتباع شریعت ضروری ہے۔ اسی میں نجات ہے۔

ہاتھ پیر میں سکت ہی کیا تھی۔ ایک ہاتھ اٹھایا۔ پھر دو تین مرتبہ کی کوشش کے بعد دوسرا ہاتھ اُٹھاکر دونوں ہاتھ جوڑ کر فرمایا۔ کہ حضرت والا یعنی حضرت سیدی و مرشدی اعظمگڈھی مدظلہم العالی کی خدمت اقدس میں میرا سلام پہنچا دینا۔ فوراً ہی شہر سے لانے کے لئے موٹر کار کا انتظام کیا گیا۔ ہم چند آدمی لیکر روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ اترائوں سے دو میل کے فاصلہ پر سید آباد ہی میں موٹر سے اتارا گیا۔ اُتارتے ہی سکرات کی حالت طاری ہو گئی۔ کانوں تک ہاتھ اٹھاکر سینہ پر دونوں ہاتھ باندھ لئے۔ خود ہی اپنے پیروں کو سیدھا کر لیا۔ نگاہیں آسمان کی طرف کر لیں۔ بائیں طرف جناب مولوی حکیم محمد حبیب اللہ صاحب مدظلہ، اور داہنی طرف بندہ بیٹھ کر سورۂ یٰسین شریف کی تلاوت کرنے لگے۔

بندہ نے بعد میں شروع کیا۔ لہٰذا مولوی صاحب قبلہ کے کچھ دیر بعد ختم ہوئی جب بندہ سورہ یٰسین شریف کے آخری فقرہ "والیہ ترجعون" پر پہنچا۔ تو پہلی ہچکی آئی۔ اور اس کے بعد یہ حدیث پڑھی۔ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ۔ تو دخل الجنۃ پر دوسری ہچکی آئی اور روح جسد عنصری کو چھوڑ کر علیین کو پرواز کر گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آہ میرا بھائی! اللہ کی یاد میں زندگی بسر کرنیوالا۔ میرا بھائی اپنے خدا کے پاس پہنچ گیا۔ برسہا برس شدائد و مصائب میں نہایت صبر و استقلال کے ساتھ زندگی گذارنے والا حنیف۔ سخت سے سخت تکلیف میں بھی خدا کو نہ بھولنے والا حنیف! بھولا بھالا، سیدھا سادھا حنیف! اپنے بھائی اور والدہ اور بیوی۔ ایک بارہ سال کی بچی فردوس رضیہ کو تڑپتا چھوڑ کر وطن سے دور ایک درخت کے نیچے بحالت بیکسی زبان حال سے غالب کا یہ شعر کہتا ہوا روانہ ہو گیا۔ ؎

مارا دیارِ غیر میں مجھ کو وطن سے دور
رکھ لی مرے خدا نے میری بیکسی کی شرم

پسماندوں، شاگردوں، اعزہ واقارب پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اپنوں اور غیروں۔ مسلمانوں اور ہندوؤں سبھی نے افسوس کیا۔ چاروں طرف سے ہند و مسلمان ٹوٹ پڑے۔ جنازے میں جماعت کثیر نے شرکت کی۔ کندھا دینے میں اتنا ازدحام ہوا کہ گہوارہ کے دونوں جانب لمبے لمبے بانس لگائے گئے۔ پھر بھی بہت سے لوگ رہ گئے۔ ہمارے اطراف کے دیہاتوں میں اتنا مجمع کبھی نہیں دیکھا گیا۔

اب وہ مرثیہ ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔ جو بھائی صاحب مرحوم و مغفور کی وفات حسرت آیات پر بندہ نے لکھا۔ جس کا ذکر اول رسالہ میں کیا گیا ہے +

بر وفات مولوی حافظ محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ

ملقب بہ لقبِ تاریخی

سانحۂ ارتحال با صدق و صفا محمد حنیف رح

۱۳۷۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زباں پر کس طرح آئے بیانِ دردِ پنہانی
نہ پوچھو کس قدر دل میں ہے اے غم کی فراوانی

ہوا ہے سرد بالکل دل مرا اب عیشِ دنیا سے
بدلتا دیکھ کر ہر دم یہ رنگِ عالمِ فانی

ہوائے دہر بگڑی اور مزاجِ آسماں بدلا
اٹھا دنیا سے بھائی میرا جو تھا مردِ حقانی

وہ دن تھا جمعہ کا تاریخ تھی جو تھی محرم کی
تھا تیرہ "سو ستتر" سنہ کہ پہنچا حکمِ ربانی

اگر مقبولِ خالق جان بحق شد کے عدد گن لو
نکل آئیگی تاریخِ وصال اس کی بآسانی

حنیفِ خوش سیر عاشق تھا جو دینِ حنیفی کا
جو تھا حامیِ سنت عاملِ احکامِ ربانی

ولیِ پاک باطن صاحبِ صدق و صفا صوفی
تھا زیبِ مسندِ عرفاں سراجِ بزمِ ایمانی

شریعت کا تھا عالم اور کلام اللہ کا حافظ
تھے اسکے باطنی احوال بھی ازبسکہ نورانی

فہیم و عاقل و دانا تھا اور ایسا مدبر تھا
فلاح و رشد کو پہونچا وہ جس نے گفتگو مانی

نظر آتا تھا جس میں زہدِ عیسیٰ صبرِ ایوبی
اور ابراہیم کا حلم اور جمالِ ماہِ کنعانی

جو تھا اک معجزہ اللہ کے محبوب کا بیشک
فرشتہ گویا تھا لیکن بظاہر شکلِ انسانی

بہارِ مدرسہ تھا اور جو مسجد کی رونق تھا
برستی ہر جگہ ہے جس کے مرجانے سے ویرانی

بہارِ گلشنِ ملت تھی جسکی ذات سے قائم
کرے گا کون یارب اس چمن کی اب نگہبانی

تڑپتا چھوڑ کر مجھکو سدھارا ہے سوئے جنت
کیا ویران دنیا کو بسائی خلدِ رضوانی

کیا جب زورِ عشقِ حق نے علیین جا پہنچا
نہ دیکھا منہ ہمارا جس گھڑی جانے کی واں ٹھانی

اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا ہے ساری بستی میں
اٹھا ہے اس طرح اتراؤں سے اک نورِ یزدانی

ہے سر پر کوہِ غم ٹوٹا میرا جینا بھی دوبھر ہے
مری ہر ایک راحت پر سر سے پھر گیا پانی

سہا جاتا نہیں یہ غم کروں کیا دوستو اب میں
کہاں جاؤں کہ کم ہو میرے دل کی یہ پریشانی

نظر آئیگی یارب اسکی صورت بھی کبھی ہم کو
وہ ہنس مکھ اس کا چہرہ ہائے وہ لبہائے خندانی

گماں ہم کو نہ تھا تم چھوڑ دو گے پر خبر کیا تھی
مقدر میں لکھی ہے دردِ فرقت کی پریشانی

تمہیں مرنا نہ تھا بھیا ابھی کچھ اور جینا تھا
ابھی کرتے ہمارے کاموں کی کچھ اور نگرانی

ہوئے تیری بدولت کتنے ہی قرآن کے حافظ
تھا پوری زندگی کا مشغلہ تعلیمِ قرآنی

دیا ہی درس تو نے دنیوی بھی اور دینی بھی
مگر ہوتا تھا یہ سب درسِ اخلاقی و روحانی

اگر اولادیں تیری مر گئی ہیں جو تو کیا غم ہے
بہت دنیا میں تو نے چھوڑی ہے اولادِ روحانی

بظاہر مر گیا لیکن حقیقت میں تو زندہ ہے
تجھے مرنے نہ دیگی تیری یہ بے لوثِ قربانی

مرا بھائی شفیق و مہرباں میرا مربی تھا
کی تربیت مری علمی و روحانی و جسمانی

جہاں بھی ہو ترے ہی بل پہ اک دم کو ڈٹتا تھا
بنا تھا میں بھی تیرے زور پر شیرِ نیستانی

دکھایا تو نے مجھ کو منزلِ مقصود کا رستہ
بتائی تو نے میرے خضر مجھ کو راہِ ربانی

لگایا دین میں مجھ کو ہٹایا مجھ کو دنیا سے
گھٹا دی میری دنیا کی پریشانی و حیرانی

غلامی حضرتِ شاہِ وصی اللہ کی مجھ کو
ہے حاصل تیرے صدقے میں مرے مقبولِ ربانی

کہ جسکے فیض سے میرا مشامِ جان معطر ہے
درخشاں کعبۂ دل میں ہے میرے شمعِ ایمانی

ہوا ثابت بہ معنی جس کے دربارِ مقدس میں
کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملکِ سلیمانی

خدا رحمت کرے تجھ پر نوازے اپنی غفراں سے
رہے اب تا ابد تو موردِ الطافِ رحمانی

ملائک بھی بشارت دیں تجھے نعمائے جنت کی
میسر ہو تجھے اب اپنے رب کی خاص مہمانی

دُعا ہے مالکِ جود و کرم سے اپنی یہ ہر دم
برابر اُسکی جانب سے ہو لُطفِ خاص ارزانی

رہے ضوبار روز و شب تجلّی عرشِ اعلیٰ کی
خدا کے فضل و رحمت سے لحد ہو تیری نورانی

بُھلا دینا نہ اے خلد آشیاں تو اپنے بھائی کو
یہ مانا ہے تو محوِ لذتِ دیدارِ یزدانی

ہے بیچارہ بہت محتاج حق کی دستگیری کا
کہ ہے اک پیکرِ عصیاں سراپا جہل و نادانی

غریقِ بحرِ غفلت ہے اسیرِ حرص بیحد ہے
بھرے ہیں اسکے اندر سب کے سب امراضِ نفسانی

کمرِ ہمت کی ٹوٹی ہے تحیّر اس پہ طاری ہے
ترے مرنے سے اسکی ہو گئی ہے عقل دیوانی

خدائے پاک سے تو اسکے حق میں یہ دُعا کر دے
بفضل اللہ میسر تجھ کو ہے اب قربِ ربّانی

نہ لگنے پائے دل فاروق کا اس دارِ فانی سے
مُبادا اسکو لاحق ہو قیامت میں پشیمانی

چلے اس پر لگایا تو نے ہے جس راہ پر اسکو
کرے پورا وہ منشا ترا تا حدِّ امکانی

ہمہ دم خدمتِ اسلام ہی سے کام ہو اسکو
بنے وہ درمیانِ حق و باطل تیغِ فرقانی

بعون اللہ گردن کاٹ دے وہ شرک کی آخر
بلند ہو دہر میں پھر کلمۂ توحیدِ ربّانی

فنا کر دے وہ اپنی زندگی احیائے سنّت میں
اڑا دے دھجّیاں بدعت کی توڑے زورِ شیطانی

ہو ترویجِ علومِ دین کی دُھن روز و شب اسکو
دے تعلیمِ حدیثِ مصطفےٰ و درسِ قرآنی

گلی کوچوں میں ذکر اللہ کی اک دھوم مچ جائے
ہو حاصل نورِ ذکرِ حق سے ہر ذرّے کو تابانی

کرے یہ کوششیں اتنی باذن اللہ کہ ہو جائے
فضا اُتراؤں کی انوارِ قرآنی سے نورانی

نہ بازو سُست ہوں اسکے نہ ہمت میں کمی آئے
رہے تا عمر وہ اس راہ میں سرگرمِ جولانی

حضورِ داورِ محشر ہو لاحق مُنھ دکھانے کے
نہ ہو دربارِ آقائے مدینہ میں پشیمانی

ہو اس کا خاتمہ ایمانِ اللہ و محمد پر
حیات و موت کا ہر مرحلہ طے ہو بآسانی

تو پھر جس طرح دُنیا میں بہم مِل جل کے رہتے تھے
کریں ویسے ہی دونوں بھائی جنّت میں گُل افشانی

غم نصیب و حزیں کیسب ہجرانِ اخی حبیب
محمد فاروق اتراؤں۔ الہ آباد